لی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری

دینِ اسلام نے اصول و احکام اور تہذیب و معاشرت کے بارے میں واضح رہنمائی فرمائی ہے ، باپ بیٹی جیسے مقدس رشتے کے حقوق سے بھی شناسا کیا ، بیٹی عزت ہوتی ہے ، جب وہ اپنے باپ کی اجازت کے بغیر شادی رچا لیتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ فلاں کی عزت فرار ہو گئی ہے ، ایسا باپ شرم سے زمین میں گڑ جاتا ہے ، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنی دہلیز سے باہر قدم رکھنا اپنے لیے باعثِ ذلت و رسوائی سمجھتا ہے ۔
اسلام بھلا اپنے ماننے والوں کی ذلت کب برداشت کر سکتا ہے ؟ اسی لیے اس نے ایسی عورت کی نکاح کو کالعدم قرار دیا جو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے ، لیکن افسوس کہ اسلام کا نام لے کر اسلام کو رسوا کرنے والوں نے جہاں اور بہت سے اوچھے ہتھکنڈے اپنائے ، وہاں ایک کوشش یہ بھی کی کہ کسی طریقے سے ولی کی اجازت کو نکاح سے نکال باہر کیا جائے تاکہ بے حیائی آسانی سے اسلامی معاشرے میں سرایت کر جائے ، مگر ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اس وعید سے ڈرنا چاہیے :
(اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّونَ اَنْ تَشِیعَ الْفَاحِشَۃُفِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَ)(النور : ۱۹)''بلاشبہ جو لوگ ایمان والوں میں فحاشی پھیلانا پسند کرتے ہیں ، ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے ۔''
آئیے نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کے بارے میں اسلامی تعلیمات اور اس کے خلاف دی جانے والی دلیلوں کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں :
دلیل نمبر ۱ : فرمانِ باری تعالیٰ ہے : (وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْہُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَہُنَّ)(البقرہ : ۲۳۲)''اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دو ، پھر وہ اپنی مقررہ عدت کو پہنچ جائیں تو ان کو اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔''
یہ آیتِ کریمہ اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ، اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے ، اس سے عورت کے نکاح میں ان کا اختیار اور حق ثابت ہوتا ہے ۔
مشہور سنّی مفسر امام ابو جعفر ابنِ جریر طبری رحمہ اللہ (م ۳۱۰ھ)اس آیت کے تحت فرماتے ہیں :
''اس آیتِ کریمہ میں واضح دلالت ہے کہ ان لوگوں کی بات

صحیح ہے جوکہتے ہیں کہ عصبہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ، کیونکہ ااگر عورت نکاح کرنا چاہے تو اس کو روکنے سے اللہ تعالیٰ نے ولی کو منع فرما دیا ہے ، اگر عورت بغیر ولی کے خود اپنا نکاح کر سکتی ہوتی یا جسے چاہے اپنا ولی بنا سکتی ہوتی تو اس کے ولی کو نکاح کے سلسلے میں اسے روکنے کی ممانعت کا کوئی معنیٰ مفہوم نہیں ، کیونکہ اس صورت میں ولی کے پاس عورت کو روکنے کا کوئی راستہ ہی نہیں ، اس لیے کہ وہ جب چاہتی خود اپنا نکاح کر لیتی یا جسے وہ خود اپنا ولی بناتی وہ اس کا نکاح کر دیتا (اصلی ولی کو منع کرنے کا کوئی مطلب ہی نہ ہوتا)۔''(تفسیر طبری : ۲/٤۸۸)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (م۷۷٤ھ)لکھتے ہیں : وفیھا دلالۃ علی أنّ المرأۃ لا تملک أن تزوّج نفسھا ، وأنہ لا بدّ فی النّکاح من ولی ، کما قال التّرمذی وابن جریر عند ھذہ الآیۃ ۔

''اس آیت میں دلیل ہے کہ عورت خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی ، بلکہ نکاح کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے ، یہی بات امام ترمذی اور امام ابنِ جریر رحمہما اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہی ہے ۔''

(تفسیر ابن کثیر ۱/٥٦٤۔٥٦٥، بتحقیق عبدالرزاق المھدی)

اس آیتِ کریمہ کی وضاحت اس حدیث سے ہوتی ہے ، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :

کانت لی أخت تخطب الیّ ، فأتانی ابن عمّ لی ، فأنکحتھا ایّاہ ، ثمّ طلّقھا طلاقا لہ رجعۃ ، ثمّ ترکھا حتی انقضت عدّتھا ، فلمّا خطبت الیّ ، أتانی یخطب ، فقلت ، لا واللّہ ! لا أنکحھا أبدا، قال : ففی نزلت ھذہ الآیۃ : (وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ)الآیۃ ، قال : فکفّرت عن یمینی ، فأنکحتھا ایّاہ ۔

''میری طرف میری ایک بہن سے نکاح کے لیے پیغام آئے ، میرا ایک چچا زاد بھی آیا ، میں نے اس سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا ، پھر اس نے اسے رجعی طلاق دے دی ، پھر اس کو چھوڑ دیا حتی کہ اس کی عدت پوری ہو گئی ، جب میری طرف (دوسرے لوگوں کی طرف سے)نکاح کے پیغام آنے لگے تو وہ بھی نکاح کا پیغام لے کر آگیا ، میں نے کہا ، نہیں ، اللہ کی قسم ! میں کبھی اپنی بہن کا نکاح تجھ سے نہیں کرے گا ، میرے بارے میں ہی یہ آیت نازل

ہوئی(وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ) الآیۃ ()، پھر میں نے اپنی قسم کا کفارہ اد اکیا اور اسی سے اپنی بہن کا نکاح کر دیا ۔''

(صحیح بخاری : ۱/۷۷۰، ح : ۵۱۳۰، سنن ابی داو،د : ۳۰۸۷، واللفظ لہ ، سنن الترمذی : ۲۹۸۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۰۔۲۷۹ھ)اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :

وفی هذا الحدیث دلالۃ علی أنّہ لا یجوز النّکاح بغیر ولی ، لأنّ أخت معقل بن یسار کانت ثیّبا ، فلو کان الأمر الیها دون ولیّها لزوّجت نفسها ولم تحتج الی ولیّها معقل بن یسار ، وانّما خاطب اللّٰہ فی هذہ الآیۃ الأولیاء ، فقال : (فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ)، ففی هذہ الآیۃ دلالۃ علی أنّ الأمر الی الأولیاء فی التّزویج مع رضاهن ۔

''اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر ولی کے نکاح جائز نہیں ، کیونکہ سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی بہن ثیبہ (طلاق یافتہ) تھی ، اگر معاملہئ نکاح اسی کے ہاتھ میں ہوتا تو وہ خود اپنا نکاح کر لیتی اور اپنے ولی سید نا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی محتاج نہ ہوتی ، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ولیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے : (فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ)(ان کو اپنے سابقہ خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو)، لہٰذا اس آیت سے معلوم ہو اکہ معاملہئ نکاح ولیوں کے ہاتھ میں ہے ، ہاں عورتوں کی رضا مندی ضروری ہے ۔''(سنن ترمذی ، تحت حدیث : ۲۹۸۱)

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (۱۱۷۳۔۱۲۵۰ھ)اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :

''یہ حدیث دلیل ہے کہ نکاح میں ولی کا ہونا شرط ہے ، اگر یہ شرط نہ ہوتی تو مرد کی عورت میں اور عورت کی مرد میں دلچسپی کافی ہو جاتی ، اسی حدیث کے ذریعہ اس قیاس کا بھی رد ہو جاتا ہے جس قیاس کے ذریعہ امام ابو حنیفہ نے ولی کی اجازت کی شرط کے نہ ہونے پر حجت لی ہے ، انہوں نے نکاح کو بیع (خرید و فروخت) پر قیاس کیا ہے ، اس طرح کہ اس معاملہ میں عورت اس معاملہ میں خود مختار ہے ، ولی کی ضرورت نہیں اور یہی معاملہ نکاح کا ہے ، انہوں نے ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہونے پر دلالت کرنے والی احادیث کو چھوٹی بچی پر محمول کیا ہے اور اس قیاس کے ذریعہ ان احادیث کے عموم کو

خاص کیا ہے ، لیکن یہ قیاس فاسد ہے ، سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مقابلہ میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے''(نیل الاوطار : ٤/١٩٧)

حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ (٧٧٣۔٨٥٢ھ)لکھتے ہیں :

''نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے ، جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ولی کی اجازت نکاح کے لیے شرط ہے ، ان کا کہنا ہے کہ عورت قطعاً اپنا نکاح خود نہیں کرسکتی ، انہوں نے مذکورہ احادیث کو دلیل بنایا ہے ، ان میں سے قوی ترین دلیل وہ سببِ نزول ہے جو اس آیتِ کریمہ کے بارے میں مذکورہے اور یہ ولی کی اجازت شرط ہونے پر صریح ترین دلیل ہے ، ورنہ ان (سیدنا معقل رضی اللہ عنہ) کے روکنے کے کوئی معنیٰ نہیں ، نیز یہ کہ اگر وہ عورت خود نکاح کر سکتی ہوتی تو اپنے بھائی کی محتاج نہ ہوتی اور جو اپنے معاملہ میں خود مختار ہو ،اس کے بارے میں یہ نہیں کہاجاسکتا کہ کسی نے اس کو اس کام سے روک دیا ہے ، امام ابن المنذر رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس بارے میں کسی صحابی کا اختلاف ان کے علم میں نہیں ہے''

(فتح الباری : ٩/١٨٧)

دلیل نمبر ٢ : فرمانِ باری تعالیٰ ہے : (فَانْکِحُوْھُنَّ بِاِذْنِ اَھْلِھِنَّ وَ اٰتُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ)(النساء : ٢٥)''تم ان کے گھر والوں کی اجازت کے ساتھ ان سے نکاح کرو اور ان کو معروف طریقہ سے ان کے حق مہر ادا کرو ۔''

امام ابنِ جریرطبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

(بِاِذْنِ اَھْلِھِنّ)باذن أربابھن وأمرھم ایّاکم بالنّکاح ورضاھم ۔

''یعنی ان عورتوں کے سرپرستوں کی اجازت ، نکاح کے بارے میں ان کے حکم اور رضامندی سے (نکاح کرو)۔''(تفسیر ابن جریر : ٤/١٩)

دلیل نمبر ٣ : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : (وَ لَا تُنْکِحُواالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا)(البقرۃ : ٢٢١)''اور تم (اپنی عورتوں کا)مشرکین سے نکاح نہ کرو تا آنکہ وہ ایمان لے آئیں ۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیتِ کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

ووجہ الاحتجاج من الآیۃ والتی بعدھا أنّہ تعالیٰ خاطب بالنّکاح

الرّجال ولم يخاطب بہ النّساء ، فكأنّہ قال : لا تنكحوا أيّها الأولياء مولياتكم للمشركين ۔

''اس آیت اور بعد والی آیت سے وجہئ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بارے میں مردوں کو مخاطب کیاہے ، عورتوں کو نہیں ، گویا کہ یوں فرمایا ہے کہ اے ولیو! تم اپنی زیرِ ولایت عورتوں کا مشرکین سے نکاح نہ کرو ۔''(فتح الباری : ۹/۱۸٤)

دلیل نمبر ٤ : فرمانِ الٰہی ہے : (وَاَنكِحُوْا الْاَيَامَى مِنْكُمْ)(النور : ۳۲)''اور اپنے میں سے بے نکاح مردوں عورتوں کا نکاح کرو ۔''

اس آیت ِ کریمہ سے بھی امام بخاری نے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں۔

قرآنی دلائل کے بعد حدیثی دلائل ملاحظہ ہوں :

دلیل نمبر ۱ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا دورِ جاہلیت میں نکاح کی چار صورتیں بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں : انّ النّكاح فى الجاہليۃ كان علىٰ ا٧ربعۃ أنحاء ، فنكاح منها نكاح النّاس اليوم ، يخطب الرّجل الى الرّجل وليتہ أو ابنتہ ، فيصدقها ، ثمّ ينكحها ۔۔۔۔۔فلمّا بعث محمّد صلّى اللّہ عليہ وسلّم بالحقّ هدم نكاح الجاهليّۃ كلّہ الّا نكاح النّاس اليوم ۔

''دور ِ جاہلیت میں نکاح کے چار طریقے تھے ، ان میں سے ایک تو وہی ہے جو آج لوگ اختیار کر تے ہیں، یعنی ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف اس کی زیرِ ولایت عورت یا بیٹی کے بارے میں پیغامِ نکاح بھیجتا ، پھر اس عورت کو حق مہر دے کر اس سے نکاح کر لیتا ۔۔۔۔جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق دے کر مبعوث فرمائے گئے تو آپ نے جاہلیت کے سارے نکاح ختم کردئیے سوائے اس نکاح کے جو لوگ آج کرتے ہیں ۔''

(صحیح بخاری : ۲/۷٦۹، ح : ۵۱۲۷)

امامِ بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث میں موجود الّا نكاح النّاس اليوم کے الفاظ سے ثابت کیا ہے کہ ولی کی اجازت نکاح میں ضروری ہے ، کیونکہ جس نکاح کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برقرار رکھا ہے ، اس کا انداز سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہی بیان کیا ہے کہ ولی خود عورت کا نکاح کرے ۔

دلیل نمبر ۲ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ یہ فرمانِ باری تعالیٰ :

(وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ)(النساء : ۱۲۷)''اور وہ (بھی

فتویٰ دیتا ہے تم کو)ان کی بابت جو پڑھا جاتا ہے تم پر کتاب میں
یتیم لڑکیوں کے بارے میں جنہیں تم ان کے مقرر کردہ حق مہر ادا
نہیں کرتے اور تم ان سے نکاح کرنے کی رغبت نہیں رکھتے ۔''
ایسی یتیم لڑکی کے بارے میں نازل ہو ا جو کسی ایسے آدمی کے
پاس ہو جس کے مال میں وہ شریک ہو ، وہ آدمی اس لڑکی سے
نکاح کا زیادہ مستحق ہے ، لیکن وہ اس سے نکاح کرنے میں
دلچسپی نہیں رکھتا اور اسے دوسروں سے نکاح کرنے سے بھی
روکتاہے ، اس ڈر سے کہ کہیں کوئی اس کے مال میں شریک نہ
ہو جائے ۔''

(صحیح بخاری : ۱/۷۷۰، ح : ۵۱۲۸)

دلیل نمبر ٤ : سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں :
انّ عمر حین تأیّمت حفصۃ بنت عمر من ابن حذافۃ السّھمی وکان
من أصحاب النّبی صلّی اللّہ علیہ وسلّم من أھل بدر توفّی بالمدینۃ
، فقال عمر : لقیت عثمان بن عفّان ، فعرضت علیہ ، فقلت : ان
شئت أنکحتک حفصۃ ، فقال : سأنظر فی أمری ، فلبثت لیالی ، ثمّ
لقینی ، فقال : بدا لی أن لّا أتزوّج یومی ھذا ، قال عمر : فلقیت أبا
بکر ، فقلت : ان شئت أنکحتک حفصۃ ۔''جب سیدنا عمر رضی
اللہ عنہ کی بیٹی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند سیدنا
ابنِ حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی تھے ، مدینہ
میں فوت ہو گئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں
سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کو پیشکش
کی ، میں نے کہا، اگر آپ چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر
دوں ، انہوں نے فرمایا ، میں اپنے میں غور وفکر کروں گا (پھر بتاؤ
ں گا)، میں کچھ راتیں ٹھہر گیا ، پھر عثمان رضی اللہ عنہ مجھے
ملے اور فرمایا ، میری سمجھ میں یہ بات آئی ہے کہ میں اس
وقت شادی نہ کروں ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں
کہ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا ، اگر آپ
چاہیں تو میں حفصہ کا نکاح آپ سے کر دوں (آخر ان کا نکاح نبی
ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گیا اور انہیں ام المومنین
بننے کا شرف حاصل ہو گیا)۔''

(صحیح بخاری : ۱/۷۷۰، ح : ۵۱۲۹)

ان دونوں حدیثوں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا
ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح جائز نہیں ہے ، کیونکہ پہلی
حدیث میں نکاح سے روکنے کی نسبت ولی کی طرف کی گئی ہے

اور اس بات کو ناجائز قرار دیا گیا ہے ، اگراسلام میں ولی کے پاس عورت کو نکاح سے روکنے کی اتھارٹی ہے ہی نہیں تو اس آیت کے نزول کا کوئی مقصد نہ ہو ا ، حالانکہ ایسا قطعاً نہیں ہے ۔
دوسری حدیث میں بھی واضح ہے کہ باوجود بیوہ ہونے کے سیدہ حفصہ بنتِ عمر رضی اللہ عنہما کے نکاح کا انتظام ان کے ولی یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا ، نیز ان شئت أنکحتک حفصۃ (اگر آپ چاہیں تومیں آپ سے حفصہ کا نکاح کر دوں) کے الفاظ عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت کے ضروری ہونے پر صریح ہیں ، کیونکہ اگر ولی کو کوئی اختیار نہ ہو تو اس کی طرف نکاح کی نسبت کرنا لغت و عقل دونوں کے خلاف ہے ۔
دلیل نمبر ٤ : سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : لا نکاح الّا بولیّ ۔   ''ولی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہے''
(المستدرک للحاکم : ٢/١٧٣، ح : ٢٧١٧، وسندہ، حسن والحدیث صحیح)
اس حدیث کو امام ابن الجارود (٧٠٢)، امام ابن حبان (٤٠٨٣)، امام علی بن المدینی (المستدرک للحاکم : ٢ /١٧٠، السنن الکبریٰ للبیہقی : ٧/١٠٨)، امام ذہبی (المستدرک للحاکم : ٢/١٧٠)اورِ امام حاکم رحمہم اللہ نے ''صحیح '' کہا ہے ۔
حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں : ھذا حدیث حسن صحیح ۔ (تخریج احادیث المختصر : ٢/٣٧١۔٣٧٢)
یہ حدیث اس بات پر نص ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ۔
امیر صنعانی فرماتے ہیں :   والحدیث دلّ علی أنّہ لا یصحّ النّکاح الّا بولیّ ، لأنّ الأصل فی النّفی نفی الصّحّۃ لا الکمال ۔
''یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں ، کیونکہ نفی میں اصل صحت کی نفی ہوتی ہے نہ کہ کمال کی نفی ۔''(سبل السلام : ٣/١١٧)
دلیل نمبر ٥ : سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
ایّما امرأۃ نکحت بغیر اذن ولیّھا فنکاحھا باطل ، فنکاحھا باطل ، فنکاحھا باطل ، فان دخل بھا فلھا المھر بما استحلّ من فرجھا ، فان اشتجروا فالسّلطان ولیّ من لّا ولیّ لہ ۔
''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے ، اس کا

نکاح باطل ہے ، اس کا نکاح باطل ہے ، اس کا نکاح باطل ہے ، اگر مرد اس کے ساتھ دخول کر لیتا ہے تو اس عورت کو مرد کی طرف سے شرمگاہ کو حلال کرنے کے عوض حق مہر ملے گا اور اگر ان میں اختلاف ہو جائے تو حاکم ِ وقت اس کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں ہے ۔''(مسند اسحاق : ٤٩٩، مسند الامام احمد : ٦/١٦٥۔١٦٦، مسند الحمیدی : ٢٢٨، مسند الطیالسی (منحۃ : ١/٣٠٥)، سنن ابی داو،د : ٢٠٨٣، سنن ابن ماجہ : ١٨٧٩، سنن ترمذی : ١١٠٢، السنن الکبریٰ للنسائی : ٥٣٩٤، مسند ابی یعلیٰ : ٢٠٨٣، سنن الدارقطنی : ٣/٢٢١، السنن الکبریٰ للبیہقی : ٧/١٠٥، وسندہ، حسن)

اس حدیث کو امام ترمذی اور حافظ ابن عساکر (معجم الشیوخ : ٢٣٤)رحمہما اللہ نے ''حسن '' ، جبکہ امام ابن الجارود (٧٠٠)، امام ابو عوانہ (٤٢٥٩)، امام ابن خزیمہ (فتح الباری : ٩/١٩١)، امام ابن حبان (٤٠٧٤،٤٠٧٥)، حافظ بیہقی (السنن الکبریٰ : ٧/١٠٧)، حافظ ابن الجوزی (التحقیق : ٢/٢٥٥)اور امام حاکم رحمہم اللہ نے ''صحیح '' کہا ہے ۔

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں : لیس یصحّ فی ھذا شیء الّا حدیث سلیمان بن موسیٰ ۔

''اس (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث) میں صرف سلیمان بن موسیٰ کی حدیث صحیح ہے ۔''

(التاریخ لابن معین بروایۃ الدوری : ٢/٢٣٦، الکامل لابن عدی : ٣/١١١٥، السنن الکبریٰ للبیہقی : ٧/١٠٧)

حافظ ابو موسیٰ المدینی کہتے ہیں : ھذا حدیث ثابت مشہور یحتجّ بہ ۔

''یہ ثابت شدہ اور مشہور قابلِ حجت حدیث ہے ۔''(اللطائف : ٥٥٦،٥٨٦،٦٠٦)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کو ''حسن '' کہا ہے ۔(تخریج احادیث المختصر : ٢/٢٠٥)؟؟؟؟

حافظ بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث کے راویوں کے بارے لکھتے ہیں :

وکلّھم ثقۃ حافظ ۔ ''یہ سب ثقہ حافظ ہیں ۔''(معرفۃ السنن والآثار : ١٠/٢٩)

امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وھذا حدیث جلیل فی ھذا الباب ((لا نکاح الّا بولیّ)) ، وعلیہ ھذا الاعتماد فی ابطال نکاح

بغیر ولیّ □
''ولی کی اجازت ک□ بغیر نکاح ن□یں □وتا ، اس بار□ میں ی□ حدیث عظیم الشان □□ اور بغیر ولی ک□ نکاح کو باطل قرار دین□ پر اسی پر اعتماد کیاجاتا □□ □''(الکامل لابن عدی : ۳/۱۱۱۵، وفی نسخ□ : ۳/۲٦٦)
امام ابن حبان رحم□ الل□ ن□ اس حدیث پر باب قائم کیا □□ :
ذکر بطلان النّکاح الّذی نکح بغیر ولیّ □''ولی ک□ بغیر کی□ گئ□ نکاح ک□ باطل □ون□ کا بیان □''
(صحیح ابن حبان : ۹/۳۸٤)
دلیل نمبر ٦ : خلیف□ ئ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی الل□ عن□ فرمات□ □یں :
أیّما امرأ□ نکحت بغیر اذن ولیّھا فنکاحھا باطل ، لا نکاح الّا باذن ولیّ □
''جو عورت بھی اپن□ ولی کی اجازت ک□ بغیر نکاح کر ل□ ، اس کا نکاح باطل □□ ، ولی کی اجازت ک□ بغیر کوئی نکاح ن□یں □''(السنن الکبریٰ للبی□قی : ۷/۱۱۱، وسند□، صحیح)
امام بی□قی رحم□ الل□ فرمات□ □یں : ھذا اسناد صحیح □ ''ی□ سند صحیح □□ □''
دلیل نمبر ۷ : ام المومنین سید□ زینب بنتِ جحش رضی الل□ عن□اک□ بار□ میں □□ :
فکانت زینب تفخر علی أزواج النّبی صلّی اللّ□ علی□ وسلّم تقول : زوّجکنّ أھالیکنّ وزوّجنی اللّٰ□ تعالیٰ من فوق سبع سموت □
''سید□ زینب رضی الل□ عن□ا نبی ئ اکر م صلی الل□ علی□ وسلم کی ازواجِ مط□رات پر فخر کرت□ □وئ□ ک□تی تھیں ک□ تم□ارا سب کا نکاح تم□ار□ گھر والوں ن□ کیا □□ ، جبک□ میر انکاح الل□ تعالیٰ ن□ آسمانوں ک□ اوپر س□ کیا □□□''(صحیح بخاری : ۲/۱۱۰٦، ح : ٦٤۲۰)
دلیل نمبر ۸ : سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی الل□ عن□ ک□ت□ □یں ک□ رسول الل□ صلی الل□ علی□ وسلم ن□ فرمایا :
اذا أراد الرّجل أن یزوّج ابنت□ فلیستأذن□ا □
''جب کوئی آدمی اپنی بیٹی کی شادی کرن□ لگ□ تو اس س□ اجازت طلب کر□ □''
(مسند ابی یعلیٰ : ۷۲۲۹، وسند□، صحیح)
حافظ □یثمی رحم□ الل□ لکھت□ □یں : رو ا□ أبو یعلیٰ والطّبرانی

ورجالہ رجال الصّحیح ۔

''اس کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں ۔''

(مجمع الزوائد : ٤/٢٧٩)

اس حدیث میں آدمی کو اپنی بیٹی کا نکاح کرتے وقت اس سے اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے ، واضح ہے کہ نکاح کا اختیا ر ولی کے پاس ہے ، ورنہ اگر عورت اس معاملے میں خود مختار ہوتی تو ولی کیسے اس کا نکاح کر سکتا تھا اور کیوں اس سے اجازت طلب کرتا پھرتا ، پھر تو عورت اپنے گھر والوں کو بتاتی کہ میں نے فلاں مرد سے نکاح کرنا ہے ، جبکہ حدیث میں ولی کو حکم ہے کہ وہ لڑکی کو اعتماد میں لے ۔

دلیل نمبر ٩ : سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ عَلیہ وسلم نے فرمایا : الثّیّب أحقّ بنفسها من ولیّها ، والبکر تستأمر ، واذنها سکوتها ۔

''بیوہ اپنے (نکاح کے)بارے میں اپنے ولی سے بڑھ کر حق رکھتی ہے اور کنواری لڑکی سے اجازت طلب کی جائے گی ، اس کی خاموشی ہی اس کی اجازت ہے ۔''(صحیح مسلم : ١/٤٥٥، ح : ١٤٣١)

ایک روایت میں ہے : لیس للولیّ مع الثّیّب أمر ، والیتیمہ تستأمر ، وصمتها اقرارها ۔

''ولی کو بیوہ کے ساتھ کوئی کام نہیں ، کنواری لڑکی سے مشورہ لیا جائے گا ، اس کی خاموشی ہی اقرار ہے ۔''

امام ابن حبان اس حدیث کے مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں :

((الأیّم أحقّ بنفسها)) أراد بہ أحقّ بنفسها من ولیّها بأن تختار من الأزواج من شاء ت ، فتقول : أرضیٰ فلانا ، ولا أرضیٰ فلانا ، لا أنّ عقد النّکاح الیهن دون الأولیاء ۔

''بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے ، اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ وہ خاوندوں میں سے جس کو چاہے پسند کرے ، وہ کہے کہ میں فلاں کو پسند کرتی ہوں اور فلاں کو پسند نہیں کرتی ، یہ مراد نہیں کہ عقدِ نکاح اولیاء کی بجائے ان کے ہاتھ میں ہے ۔''(صحیح ابن حبان ، تحت حدیث : ٤٠٨٧)

نیز لیس للولی مع الثیب امر کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

قولہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم ((لیس للولیّ مع الثیّب أمر)) یبیّن لک صحّة ما ذهبنا الیہ أنّ الرّضا والاختیار الی النّساء والعقد الی الأولیاء ، لنفیہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم عن الولیّ انفراد الأمر دونها اذا کانت ثیّبا ، لأنّ لها الخیار فی بضعها والرّضا بما یعقد علیها ۔
وقولہ صلّی اللّہ علیہ وسلّم : ((الیتیمة تستأمر)) أراد به تسترضیٰ فیمن عزم له علی العقد علیها ، فان صمتت فهو اقرارها ، ثمّ یتربّص بالعقد الی البلوغ ، لأنّها وان صمتت وأذنت لیس لها أمر ولا اذن ، اذ الأمر والاذن لا یکون الا للبالغة ۔
''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ بیوہ کے ساتھ ولی کو کوئی کام نہیں ، ہمارے اس مذہب کی صحت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا ہے کہ مرد کے بارے میں رضا و اختیار تو عورتوں کا حق ہے اور نکاح کرنا اولیاء کا حق ہے ، کیونکہ نبی ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بیوہ ہونے کی صورت میں ولی کو عورت سے پوچھے بغیر اپنی مرضی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے ، کیونکہ عورت کواپنی عصمت میں اختیار اور مرد میں رضامندی ظاہر کرنے کا حق حاصل ہے ۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ کنواری لڑکی سے مشورہ کیاجائے ، اس سے مراد یہ ہے کہ جس مرد سے اس کا نکاح کرنے کا ارادہ ہو ، اس کے بارے میں اس کی رضامندی طلب کی جائے ، اگر وہ خاموش ہو جائے تو یہ اس کا اقرار ہے ، پھر وہ اس لڑکی کے بالغ ہونے تک عقد کا انتظار کرے ، کیونکہ اگرچہ اس نے خاموش ہو کر اجازت دے دی ہے ، مگر اس نابالغ کے لیے نہ کوئی امر ہے اور نہ اجازت ، کیونکہ مشورہ اور اجازت صرف بالغہ کے لیے ہے ۔''
امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں :
وقد احتجّ بعض النّاس فی اجازة النّکاح بغیر ولیّ بهذا الحدیث ، ولیس فی هذا الحدیث ما احتجّوا به ، لأنّه قد روی من غیر وجه عن ابن عباس عن النّبی صلّی اللّہ علیہ وسلّم قال : لا نکاح الّا بولیّ (سنن ابن ماجه : ١٨٨٠، وسنده، حسن والحدیث صحیح) وهکذا أفتی به ابن عباس بعد النّبی صلّی اللّہ علیہ وسلّم ، فقال : لا نکاح الّا بولیّ (سنن سعید بن منصور : ٥٥٣، مصنف ابن ابی شیبة : ٤/٢/١٢٨، وسنده، ضعیف)، وانّما معنیٰ قول النّبی صلّی اللّہ علیہ وسلّم ((الأیّم أحقّ بنفسها من ولیّها)) عند أکثر أهل العلم أنّ الولیّ لا یزوّجها الّا برضاها وأمرها ، فان زوّجها فالنّکاح

مفسوخ علیٰ حدیث خنساء بنت خدام (صحیح بخاری : ۱/۷۷۱، ح : ۵۱۳۸، سنن ترمذی : ۱۱۰۸) حیث زوّجها أبوها وهی ثیّب ، فکرهت ذالک ، فردّ النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نکاحہ ۔

''اس حدیث سے بعض لوگوں نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کے جواز کی دلیل لی ہے ، حالانکہ اس حدیث میں ان کی دلیل موجود نہیں ، کیونکہ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ئ اکر م صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، ولی کے بغیر کو ئی نکاح نہیں (سنن ابن ماجہ : ۱۸۸۰، وسندہ، حسن والحدیث صحیح)، اسی طرح سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح فتویٰ دیا ہے (سنن سعید بن منصور : ۵۵۳، مصنف ابن ابی شیبہ : ۴/۲/۱۲۸، وسندہ، ضعیف)، نبی ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ شوہر دیدہ اپنے ولی سے بڑھ کر اپنے نفس کی حق دار ہوتی ہے ، اکثر علمائے کرام کے نزدیک اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ولی اس کا نکاح اس کی رضامندی اور مشورہ کے بغیر نہیں کر سکتا ، اگر ولی نے اس کا نکاح بغیر اس کی مرضی کے کر دیا تو وہ نکاح فسخ کر دیا جائے گا ، جیسا کہ خنساء بنتِ خدام کی حدیث (صحیح بخاری : ۱/۷۷۱، ح : ۵۱۳۸، سنن ترمذی : ۱۱۰۸)ہے کہ ان کے باپ نے ان کا نکاح کر دیا ، وہ شوہردیدہ تھیں ، انہوں نے اس نکاح کو پسند نہ کیا تو نبی ئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کا کیا ہو ا نکاح رد کر دیا ۔''(سنن ترمذی ، تحت حدیث: ۱۱۰۸)

علامہ سندھی حنفی لکھتے ہیں : ((الأیّم أحقّ)) هو یقتضی المشارکۃ ، فیفید أنّ لها حقّا فی نکاحها ولولیّها حقّا ، وحقّها أوکد من حقّہ ، فانّها لا تجبر لأجل الولیّ ، وهو یجبر لأجلها ، فان أبی زوّجها القاضی ، فلا ینافی هذا الحدیث حدیث : لا نکاح الّا بولیّ ۔

''شوہر دیدہ زیادہ حق رکھتی ہے ، یہ فرمانِ نبوی مشارکت کا تقاضا کرتا ہے ، یہ اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ نکاح میں عورت کا بھی حق ہے اور اس کے ولی کا بھی حق ہے اور اس کا حق زیادہ تاکید والا ہے ، پس (شوہر دیدہ)کو ولی کی وجہ سے مجبور نہیں جائے گا ، جبکہ اس کے ولی کو اس شوہر دیدہ کی وجہ سے مجبور کیا جائے گا ، چنانچہ اگر وہ (ولی)انکار کردے تو قاضی اس کا ولی بن کر نکاح کر دے گا ، پس یہ حدیث لا نکاح الّا بولی کے خلاف نہیں ہے ۔''(حاشیۃ السندی علی النسائی : ۶/۸۴)

یہی بات حافظ نووی رحمہ اللہ نے کہی ہے ۔(شرح صحیح مسلم

: ١/٤٥٥)
فائدہ : الأيّم کا لفظ اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبارسے عام ہے ، لیکن یہاں اس سے مراد شوہردیدہ ہے ، اس کی وجہ یہ ہے کہ البکر کا عطف الأيّم پر ہے ، معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مغایرت ہوتی ہے ، اس کی تائید صحیح مسلم (١/٤٩٥، ح : ١٤٢١) کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے :
الثّيّب أحقّ بنفسها من وليّها ۔''شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے بڑھ کر حق دارہے ۔''
حافظ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں : قال العلماء الأيّم هنا الثّيّب ۔
''علمائے کرام کا کہنا ہے کہ یہاں الأيّم سے مراد شوہردیدہ عورت ہے ۔''(شرح مسلم للنووی : ١/٤٥٥)
امام سعید بن مسیب اور امام حسن بصری ایسی عورت جس نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا ہو ، اس کے بارے میں فرماتے ہیں : يفرّق بينهما ۔ ''ان دونوں کے درمیان جدائی واقع کی جائے گی ۔''(مصنف ابن ابی شیبہ : ٤/٢/١٣١، ح : ١٦١٧٦، وسندہ، صحیح)
امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : وبهذا يقول سفيان الثّوری والأوزاعیّ ومالک وعبداللّہ ابن المبارک والشّافعیّ وأحمد واسحاق ۔
''امام سفیان بن سعید ثوری ، امام اوزاعی ، امام مالک ، امام عبداللہ بن مبارک ، امام شافعی ، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ۔''
(سنن ترمذی ، تحت حدیث : ١١٠٧)
علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کے متعلق لکھتے ہیں :
فانّہ دلّ علیہ القرآن فی غير موضع والسّنّۃ فی غير موضع ، وهو عادۃ الصّحابۃ ، انّما کان يزوّج النّساء الرّجال ، لا يعرف أنّ امرأۃ تزوّج نفسها ، وهذا ممّا يفرّق فيہ بين النّکاح ومتّخذات أخدان ۔
''اس کی دلیل قرآن و سنت میں بار ہا مقامات پر موجود ہے ، یہی صحابہ کی عادت تھی ، مرد ہی عورتوں کا نکاح کرتے تھے ، یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ (اس دور میں) کسی عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا ہو ، اسی بات سے نکاح اور ناجائزآشنائی والیوںمیں

فرق ہوتا ہے ۔''(مجموع الفتاویٰ : ۳۲/۱۳۱)
ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں :   انّ النّکاح لا یصحّ الّا بولیّ ولا تملک المرأۃ تزویج نفسها ولا غیرها ولا توکیل غیر ولیّها فی تزویجها ، فان فعلت لم یصحّ النّکاح ۔
''ولی کے بغیر نکاح جائز نہیں ، نہ ہی عورت اپنا یا کسی اور عورت کا نکاح کر سکتی ہے ، نہ اپنے ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنے نکاح کی ذمہ داری دے سکتی ہے ، اگر ایسا کرے گی تو نکاح درست نہ ہو گا ۔''(المغنی : ٦/١٤٩)
شاہ ولی اللہ الدہلوی الحنفی نکاح میں ولی کی اجازت شرط ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :
وفی اشتراط الولیّ فی النّکاح تنویہ أمرهم واستبداد النّساء بالنّکاح وقاحۃ منهنّ ، منشؤها قلّۃ الحیاء واقتضاب علی الأولیاء وعدم اکتراث لهم ، وأیضا یجب أن یمیّز النّکاح من السّفاح بالتّشهیر وأحقّ التّشهیر أن یحضرہ أولیائها ۔
''نکاح میں ولی کی جو شرط لگائی گئی ہے ، اس میں ولیوںکی شان کو بلند کرتا ہے اور عورتوں کا نکاح کے ساتھ منفرد ہونا یہ ان کی رسوائی ہے ، جس کا باعث قلت ِ حیاء ، مردوں پر برجستہ ہونا اور ان کی پروا نہ کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ نکاح کو بدکاری سے تشہیر کے ساتھ جدا کیا جائے اور اس تشہیر میں سب سے زیادہ حق دار چیز ولیوں کا حاضر ہونا ہے ۔''(حجۃ اللہ البالغۃ : ۲/۱۲۷)
اعتراض :   انّ عائشۃ زوج النّبی صلّی اللّہ علیہ وسلّم زوّجت حفصۃ بنت عبدالرّحمن ، المنذر بن الزّبیر ، وعبدالرّحمن غائب بالشّام ، فلمّا قدم عبدالرّحمن قال : ومثلی یصنع هذا بہ ؟ ومثلی یفتات علیہ ؟ فکلّمت عائشۃ المنذر بن الزّبیر ، فقال المنذر : فان ذالک بعد عبدالرّحمن ، فقال عبدالرّحمن : ما کنت لأردّ أمرا قضیتنیہ ، فقرّت حفصۃ عند المنذر ، ولم یکن ذالک طلاقا ۔
''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حفصہ بنت ِ عبدالرحمن کا نکاح منذر بن زبیر سے کر دیا ، جبکہ عبدالرحمن شام کے سفر پر تھے ، جب وہ آئے تو کہنے لگے ، کیا میر ے جیسے شخص کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا ہے ؟ کیا میرے جیسے شخص کے مشورہ کے بغیر کام کیا گیاہے ؟ چنانچہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے منذر سے بات کی ، منذر نے کہا ، یہ کام عبدالرحمن کے بعد ہوا تھا ، عبدالرحمن نے کہا ، میں اس معاملہ کو رد نہیں کر سکتا جس کو

آپ نے طے کر دیا ہے ، لہٰذا حفصہ منذر کے ہاں ہی رہیں اور یہ طلاق نہ ہوئی ہے''

موطا امام مالک : ۲/۵۵۵ ، السنن الکبریٰ للبیہقی : ۷/۱۱۲۔۱۱۳)

جواب : یہ معاملہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے اور مشورہ سے طے پایا تھا ، اس لیے نکاح کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ہے ، ولی کوئی اور ہوگا ، کیونکہ ایک عورت دوسری عورت کی ولی نہیں بن سکتی ، اس میں اشارہ تک نہیں ملتا کہ یہ نکاح ولی کے بغیر ہوا تھا ، جیسا کہ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

وأجیب بأنّہ لم یرد فی الخبر التّصریح بأنّها باشرت العقد ، فقد یحتمل أن تکون البنت المذکورۃ ثیّبا ودعت الی کفئ وأبوها غائب ، فانتقلت الولایۃ الی الولیّ الأبعد أو الی السّلطان۔

''اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث میں یہ وضاحت موجود نہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود نکاح کیا تھا ، احتمال ہے کہ مذکورہ لڑکی بیوہ ہو اور وہ ہم سر رشتہ کے سپر د کر دی گئی اس حال میں کہ اس کا باپ غائب تھا ، چنانچہ ولایت دور والے ولی یا حاکم ِ وقت کی طرف منتقل ہو گئی ہے''(فتح الباری : ۹/۱۸۶)

امام بیہقی رحمہ اللہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں :

انّما أرید بہ انّها مهّدت تزویجها ، ثمّ تولّی عقد النّکاح غیرها ، فأضیف التّزویج الیها ، لأنّها فی ذالک وتمهیدها أسبابہ ، واللّٰہ أعلم !

''اس سے مراد یہ ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے نکاح کا بندوبست کیا تھا ، جبکہ نکاح کا ولی وہ نہیں بنی تھیں ، مگر (اس بندوبست کی وجہ سے)نکاح کی نسبت ان کی طرف کر دی گئی ، کیونکہ وہ اس نکاح کے بندوبست میں شریک تھیں اور نکاح کا بندوبست کرنا یہ اس نکاح کے اسباب میں سے ہے ، (لہٰذا سبب بننے والے کی طرف نسبت ہو گئی ہے''(السنن الکبریٰ للبیہقی : ٤/١١٣)

ثابت ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی روایت کے خلاف کچھ نہیں کیا ، والحمد للہ !

عبدالرّحمن بن الزّناد عن أبیہ من الفقہاء الّذین ینتهی الی قولهم

من تابعی أهل المدین□ ، کانوا یقولون : لا تعقد امرأ□ عقد□ النّکاح فی نفسها ولا فی غیرها □

''عبدالرحمن بن زناد اپن□ والد س□ بیان کرت□ □یں ک□ جن تابعین ک□ قول کو فیصل□ کن سمجھا جاتا تھا ، و□ ک□ت□ تھ□ ک□ عورت ن□ خود اپنا نکاح کر سکتی □□ ، ن□ کسی اور عورت کا □''(السنن الکبریٰ للبی□قی : ٤/١١٣)

مش□ور تابعی امام محمد بن سیرین رحم□ الل□ فرمات□ □یں :

لا تنکح المرأ□ المرأ□ □ ''کوئی عورت دوسری عورت کا نکاح ن□یں کرسکتی □''

(مصنف ابن ابی شیب□ : ٤/٢/١٣٤، وسند□، صحیح)

فائد□ : اما م محمد بن سیرین تابعی رحم□ الل□ فرمات□ تھ□ :

لا تنکح المرأ□ نفسها ، وکانوا یقولون : انّ الزّانی□ هی التی تنکح نفسها □

''عورت اپنا نکاح خود ن□یں کر سکتی ، و□ (صحاب□ و تابعین)ک□ا کرت□ تھ□ ک□ جو عورت خود اپنا نکاح کرتی □□ ، و□ بلاشب□ زانی□ □□ □''(مصنف ابن ابی شیب□ : ٤/٢/١٣٤، وسند□، صحیح)

اعتراض نمبر ٢ : سیدنا علی بن ابی طالب رضی الل□ عن□ س□ روایت □□ :

انّ□ أجاز نکاح امرأ□ بغیر ولیّ ، أنکحتها أمّها برضاها □

''آپ ن□ ایک عورت کا بغیر ولی ک□ نکاح جائز قرار دیا ، اس کی ماں ن□ اس کی رضامندی س□ نکاح کیا تھا □''(مصنف ابن ابی شیب□ : ٤/٢/١٣٢)

تبصر□ : اس کی سند سخت ترین ''ضعیف '' □□ ، کیونک□ :

⋆١ اس میں ابو معاوی□ الضریر ''مدلس'' □یں اور''عن '' س□ روایت کرر□□ □یں □

⋆٢ اس میں ایک مب□م و مج□ول راوی موجود □□ □

⋆٣ ی□ قرآن و حدیث اور سیدنا علی رضی الل□ عن□ ک□ اپن□ قول ک□ بھی خلاف □□ □

⋆⋆□□□□□□□□□□□□⋆⋆□□□□□□□□□□□□⋆⋆